رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانیوالا اکیلا اخبار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور

مورخہ ۱۶ اپریل و ۳ مئی ۱۹۲۴ء

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب کی اصلی حقیقت ظاہر کرنا
۲۔ سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔
۳۔ دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
۴۔ راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا

ضوابط

چندہ سالانہ خواص سے ...
ششماہی ...
امراء سے ...
غیر ممالک سے ۸ شلنگ

جلد ۱۵ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ ودوان بھیجاری | نمبر ۱۵ و ۱۶

زنبیل

ناظرین نور کو عید مبارک ہو

ضروری جن دوستوں کا چندہ اخبار ختم یا قریب الختم ہے۔ ان کے اسمائے گرامی معہ نمبر خریداری اسی اخبار کے دوسرے صفحہ پر درج ہیں۔ ان دوستوں کے نام اگلے نمبر بغرض وصولی وی پی ہوں گے۔ مجھے قوی امید رکھنی چاہئیے۔ کہ ہر ایک دوست نور کا وی پی وصول فرما کر اپنے فرض شناسی اور نور سے محبت کا عملی ثبوت دیگا۔ اگر کسی دوست کو وی پی کے وصول کرنے میں کوئی عذر ہو تو وہ وی پی کو دس روز تک ڈاکخانہ میں بطور امانت رکھکر دفتر نور سے خط و کتابت کر کے اپنا شبہ دور کر سکتے ہیں خواہ مخواہ وی پی واپس کر دینا یہ اخبار کے لئے زہر قاتل اور سخت حوصلہ شکن ہے۔ اس سے بہت اجتناب کرنا چاہئیے۔

گوری شنکر سے مبارک احمد کس طرح بنے

ناظرین نور! الفضل کے ذریعہ لالہ گوری شنکر صاحب کلرک ڈاکخانہ قادیان کے قبول اسلام کی خبر پڑھ چکے ہونگے جنکا اسلامی نام حضرت نے مبارک احمد رکھا ہے جنکا ایک زبردست مضمون بعنوان "آریہ سماج سے چند مطالبات" کے نام سے اسی اخبار میں درج ہے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا حال بہت عجیب ہے۔ غالباً دو سال سے بابو صاحب موصوف میرے پڑوس میں فروکش تھے قریباً ایک سال سے ان کے ہاں میری آمدورفت ہوئی میں .. بلا ناغہ ان کے پاس جاتا اور خاصی دیر ان سے مذہبی تبادلہ خیالات کا سلسلہ شروع رہتا۔ شروع شروع میں بابو صاحب موصوف کو اسلام کے متعلق بہت غلط فہمیاں تھیں۔ میں مناسب رنگ میں ان کا ازالہ کرتا رہا۔ بابو صاحب موصوف نے بارہا مجھے فرمایا۔ کہ یہی اعتراضات میں نے یہاں اور بھی کئی ایک ذی علم مسلمانوں کے سامنے پیش کئے ہیں۔ مگر میری تسلی نہیں ہوئی۔ ہاں آپ کے جواب کے سامنے مجھے خاموش ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ آپ میرے اعتراضوں کو ٹھنڈے دل سے سنتے اور ٹھنڈے دل سے ایسا معقول جواب دیتے ہیں۔ کہ میں لاجواب ہو جاتا ہوں۔ آخر شروع اپریل میں اللہ تعالےٰ نے بابو صاحب کا سینہ اسلام کے لئے کھولدیا۔ اور ۱۶ اپریل کو از خود انہوں نے بحالت گوری شنکری روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ مگر جب آریوں کو معلوم ہوا۔ تو وہ انہیں اپنے ہاں لے گئے۔ اور زبردستی روزہ تڑوانے کی کوشش کی آج سے تین ماہ قبل ہی آریہ سماج کے رکنوں نے انکے پاس آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ اور طرح طرح سے انہیں اسلام سے بدظن کرتے رہتے تھے۔ میرے لئے یہ نہایت مشکل تھا۔ ایک طرف آریہ سماج کے بڑے بڑے آریوں نے ان کے پاس تانتا باندھ رکھا تھا۔ دن کے وقت آریہ لوگ جس طرح بابو صاحب موصوف کو اسلام سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے رات کو میں کسی نہ کسی طریق سے اس کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا۔ غرضکہ میرے لئے

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شیخ محمد یوسف پبلشر کے لئے شائع ہوا)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروری اطلاع

جن دوستوں کا چندہ اخبار مئی تک ختم ہے۔ ان کے اسماء معہ نمبر خریداری درج ذیل ہیں۔ ان کے نام مئی کو وی پی ہونگے مجھے قوی امید رکھنی چاہیئے۔ کہ ہر ایک خیر خواہ ملت نور ایسے مجاہد اور غازی پرچہ کا وی پی وصول فرما کر دعا اور شکریہ کا موقعہ دیگا۔ ہاں اگر کسی دوست کو وی پی وصول کرنے میں کوئی عذر ہو تو وہ ڈاک خانہ میں ۱۰ روز تک وی پی بمد امانت رکھ کر دفتر نور سے خط و کتابت کر کے اپنے عذر کو دور کر سکتے ہیں خوامخواہ وی پی واپس کرکے ہمیں زیر بار نہ فرمایا جاوے۔

- ۱۱۵ جناب الیس ایم محمد ابن وفضل کریم — ۲ر
- ۱۱۹ منشی محمد حسین صاحب اوورسیر — عمہ
- ۱۲۱ مولوی فضل الٰہی صاحب — ۲ر
- ۱۶۷ جناب چراغ الدین صاحب زرگر — ۲ر
- ۱۷۲ بابو اکبر علی صاحب — عمہ
- ۱۷۳ حکام افضل سید محمد صاحب — عمہ
- ۱۷۴ جناب عبد المجید صاحب — ۲ر
- ۱۷۵ سردار امام بخش صاحب — ۲ر
- ۱۷۶ شیخ علی گوہر صاحب — ۲ر
- ۱۷۷ میاں نور احمد صاحب — ۲ر
- ۲۱۴ میاں نور الدین صاحب — ۲ر
- ۲۱۷ منشی ہدایت اللہ صاحب — ۲ر
- ۲۲۲ بابو نظام الدین صاحب — ۲ر
- ۲۳۵ جناب احمد خان صاحب — ۲ر
- ۲۳۹ مولانا عبد الماجد صاحب — ۲ر
- ۲۴۰ کپتان نواب نواز خان صاحب — عمہ
- ۲۴۱ چودہری عبد الرحمن خان صاحب — ۲ر
- ۲۴۲ بابو محمد شفیع صاحب — ۲ر
- ۲۴۳ بابو محمد عالم صاحب — ۲ر
- ۲۵۴ ڈاکٹر فضل کریم صاحب — عمہ
- ۲۴۷ چودہری شاہ محمد صاحب — ۲ر
- ۲۵۵ بابو محمد اسمٰعیل صاحب — ۲ر
- ۲۶۱ چودہری ظہور حسین صاحب — ۲ر
- ۲۶۲ حافظ عبد الرحمن صاحب — ۲ر
- ۲۵۴ ماسٹر غلام غنی صاحب — ۲ر
- ۲۲۹ میاں غلام احمد صاحب — ۲ر
- ۲۶۵ منشی عبد المجید صاحب — ۲ر
- ۲۷۰ میرزا امیر اکبر صاحب — ۲ر
- ۲۷۲ بابو محمد عباد اللہ صاحب — ۲ر
- ۲۷۵ مولوی قدرت اللہ صاحب — ۲ر
- ۲۷۷ جناب فضل الدین صاحب — ۲ر
- ۳۱۳ مولوی محمد الدین صاحب — ۲ر
- ۳۱۵ بابو ظہور حسین صاحب — ۲ر
- ۱۱ میاں محمد ابراہیم صاحب — ۲ر
- ۲۴ جناب محمد یعقوب صاحب — ۲ر
- ۲۶ خان محمد دلاور خان صاحب — ۲ر
- ۳۲ لیفٹننٹ سراج الدین صاحب — ۲ر
- ۳۹ چودہری غلام مراں صاحب — ۲ر
- ۴۰ مولوی برکت علی صاحب — ۲ر
- ۴۲ جمعدار شیر محمد خان صاحب — ۲ر
- ۴۳ سکرٹری صاحب میونسپلٹی — ۲ر
- ۴۴ ڈاکٹر ظفر الحق صاحب — ۲ر
- ۴۵ شیخ امیر عالم صاحب — ۲ر
- ۴۶ جناب فیض عالم خان صاحب — ۲ر
- ۴۷ منشی مہر الدین صاحب — ۲ر
- ۴۸ سیٹھ علی بھائی قمر علی صاحب — ۲ر
- ۵۰ شیخ محمد یوسف صاحب — ۲ر
- ۵۱ منشی محمد اسمٰعیل صاحب — ۲ر
- ۵۲ بجائے جناب محمد شفیع صاحب مرحوم — ۲ر
- ۵۳ بابو محمد شفیع صاحب — ۲ر
- ۲۶۰ فقیر محمد عبد اللہ صاحب — ۲ر

ضرور پڑھیں جن دوستوں نے امانت میں رکھوا کر وی پی واپس کئے ہیں میں حسن ظنی سے کام لیتا ہوں کہ ان کی نیت ضرور وی پی وصول کرنے کی ہوگی مگر کسی مجبوری کی وجہ سے وی پی واپس ہوا اس لئے ان کے اسماء معہ نمبر خریداری درج ذیل ہیں۔ ان کے نام ۱۴ مئی کو وی پی ہونگے۔ اگر اب بھی کسی دوست کا وی پی واپس ہوگا۔ تو مجبوراً ان کا پرچہ بند کیا جائے گا۔

- ۱۳ سردار شیر بہادر خان صاحب — ۴ر
- ۱۷ جناب غلام رسول خان صاحب بالی — ۴ر
- ۳۶ حاجی محمد صدیق صاحب — ۴ر
- ۵۱۷ سردار احمد یار خان صاحب — ۴ر
- ۶ بابو دلاور خان خان صاحب — ۴ر
- ۸ منشی غلام رسول صاحب — ۴ر
- ۹ جناب عطاء الرحمن صاحب منیر — ۴ر
- ۱۰ مستری محمد دین صاحب — ۴ر
- ۱۱ منشی فضل الرحمن صاحب — ۴ر
- ۱۲ مولوی شمشیر علی صاحب — ۴ر
- ۱۳ مولوی غلام محمد خان صاحب — ۴ر
- ۲۵۵ منشی محمد اسمٰعیل صاحب — ۴ر
- ۱۶۱ جناب محمد رفیق صاحب بی۔ اے — ۴ر
- ۵۲۱ شیخ فضل الرحمن صاحب — ۴ر
- ۱۷ حکیم محمد حسین صاحب — ۴ر

بقیہ مضمون صفحہ ۱ کالم ۳۔ بحث کی کشمکش کا وقت تھا۔ اگر میں چاہتا۔ تو کسی ذریعہ سے آپ کی آمد و رفت کم کر سکتا تھا۔ مگر میری طبیعت نے نہ کیا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا۔ کہ آخر حق غالب رہیگا۔ باطل کے سامنے ہی حق نمایاں ہوتا ہے آخر ۱۰ اپریل کو بابو صاحب نے خود فرمایا۔ کہ ایمان ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں ۱۰ اپریل کو وقت عصر میں بابو صاحب موصوف کو لیکر حضرت کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت کے دست مبارک پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور حضرت نے مبارک احمد نام رکھا۔ اب یہ روزہ رکھتے اور عمل کے اس قدر پکے ہیں۔ کہ ایک روزہ بھی نہیں چھوڑا۔ دوست دعا فرماویں۔ کہ انہیں استقامت بخشے۔ اور خدمت اسلام کے لئے بیش از بیش خدمات بجالانے کی توفیق دے۔ ابھی دو معزز ہندو اور میری زیر نظر ہیں۔ دوست دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں بھی جلد سے جلد حق کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

الحکم کا خاص نمبر

ایڈیٹر صاحب الحکم حسب دستور ۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعود کی مبارک یاد میں اپنا خاص نمبر دس ہزار کی تعداد میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اس وقت بھی الحکم لڑکھڑاتی چال چل رہا ہے۔ اور دریں حال ایڈیٹر الحکم کی یہ ہمت ہے۔ کہ آپ یہ خاص نمبر دس ہزار کی تعداد میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے کام قومی توجہ کو خصوصیت سے چاہتے ہیں۔ آریہ اخباروں کے خاص نمبر بیس بیس پچیس پچیس ہزار بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں خود قادیان کے آریہ سماج جس کی مالی حالت بہت کمزور بتلائی جاتی ہے وہ اپنے خاص نمبروں کو پچاس پچاس کی تعداد میں خرید کر مفت تقسیم کرتی اور رسال میں دو دفعہ ایسا کرتی ہے۔ اب انجمن ہائے احمدیہ کا فرض ان سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ وہ خود اندازہ لگالیں۔ یادگاری نمبر قوم میں روح پیدا کرنے کے لئے ایک نمایاں اثر رکھتے ہیں۔ تبلیغ کے لئے بہترین ذریعہ ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہوگی۔ کہ اگر میں یہ سن سکوں۔ کہ الحکم کا یہ خاص نمبر بجائے دس کے پندرہ ہزار شائع ہوا۔ میری مالی حالت ان دنوں بہت کمزور ہے۔ مگر ایڈیٹر صاحب ......

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا محمد تمام بادشاہوں پر فائق ہے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(از قلم جناب مولانا المکرم مولوی عبدالکریم خانصاحب)

کسی بادشاہ کی بڑائی اور بزرگی کسی محکم و مستحکم سلطنت کے در فتہ پر نہیں ہے۔ نہ ان فتوحات پر منحصر ہے۔ جو تربیت یافتہ کثیر افواج کی امداد سے حاصل کی جائیں۔ بلکہ اسکی اپنی کوشش شخصی لیاقت وقابلیت اور ذاتی ہمت وقوت پر موقوف ہے۔ آغاز میں جس قدر اس کے ذرائع اور وسائل میں کمی ہو۔ اسیقدر اس کی عظمت وصلاحیت کی بزرگی تسلیم کی جائیگی۔ محمدؐ کے وسائل گویا کچھ بھی نہ تھے۔ مگر نتائج نہایت شاندار اور عظیم الشان تھے۔ اس کی ابتدائی انتہائی درجے کسی اور بے بسی کو دیکھیئے اور قیام سلطنت میں حیرت انگیز کامیابی کے عدیم المثال نظارہ پر ایک نظر ڈالیئے۔ آپ ایسی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے جس کی نظیر اس سے قبل چشم فلک نے کبھی دیکھی نہ تھی۔ جس کی وسعت نسبتاً غیر محدود تھی۔ اور جس کے آثار باقیہ تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس گزرنے کے بعد آج بھی موجود ہیں۔

میجر لیونارڈ ۔ اسلام! اس کی اخلاقی اور روحانی قدر وقیمت کا مصنف کہتا ہے۔ ”دنیا کی تاریخ میں ایسے حقیر چشمہ سے ایسا عظیم الشان دریا انسانی شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آیا ہے“۔ آنحضرت صلعم کے ابتدائی حالات اور مفصل فتوحات کے متعلق **سمبارت** کہتا ہے ”اگر ابتدائی ذرائع کے ناچیز ہونے اور نتائج کے استحکام واستقلال پر غور کیا جائے۔ تو دنیا کی تاریخ میں کوئی نام بھی ایسا مخصوص طور پر روشن نہیں ہے جیسا پیغمبر مکہ کا۔ انسانی شہرت کے معیار سے دیکھا جائے کس فانی کی ناموری اس سے مقابلہ کر سکتی ہے“

اس غریب و یتیم نے جسے ہم آخر عمر میں بڑا بادشاہ اور فاتح پاتے ہیں۔ ورثہ میں کوئی بادشاہت کوئی فوج خزانہ کا ایک حصہ ایک انچ زمین بھی نہیں پائی۔ ماں اور باپ دونوں ہی نے اسے یتیم لاوارث چھوڑا۔ بچپن ہی سے اس کی پرورش مفلوک الحال کثیر العیال چچا کے زیر نگرانی ہوئی۔ جسکی ہستی خاندان کے مربی ہونے سے زیادہ نہ تھی۔

آنحضرت کی بڑائی اس میں ہے۔ کہ یکہ وتن تنہا بغیر کسی فوج ومددگار کے آپ تمام دنیا کے مقابلہ پر کھڑے ہوئے۔ مگر باوجود اس تنہائی اور بے سروسامانی کے روز افزوں اور ہمہ گیر فتوحات کا سلسلہ قائم کرنے میں آپ نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔

دنیا میں بہت زبردست اور نہایت طاقتور بادشاہ ہوئے ہیں لیکن ان کی عظمت وشوکت کا راز ان کے بیشمار جرار فوج میں مخفی تھا۔ اور بیشتر صورتوں میں وہ سلطنت ورثہ میں آئی تھی۔ ملک کی طوائف الملوکی نے۔ یا کمزوری نے ان کے فاتحانہ حوصلہ کو نشوونما کا موقعہ دیا لیکن محمدؐ کی حالت سب سے جداگانہ ہے۔ تمام دنیا اس کی مخالف تھی۔ وہ روحانی ومادی سلطنت کی بنیاد ڈالنے اور مستحکم کرنے میں تن تنہا تھا۔ خدا کے سوا اسکو کسی کا سہارا نہ تھا۔ جیسا کہ مہاتما گاندھی جی نے گویا آنحضرت کے ایک قول ہی کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ **مہاتما جی** فرماتے ہیں ”آنحضرت کا ..... اللہ تعالیٰ پر ایمان نہایت قوی غیر متزلزل اور اٹل تھا۔ بے شمار مصائب ونوائب وتکالیف وشدائد پر بھی آپ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے تھے۔ کیونکہ آپکو یہ یقین تھا۔ کہ خدا عزوجل آپ کا معاون ہے۔ اور آپ نیابت حق کا فرض ادا کر رہے ہیں“۔

آپکی دانشمندانہ تعلیم موثر تلقین کے معقول دلائل اگرچہ وحشی جاہل خونخوار سفاک ہم وطنوں کی طبائع کے سخت مخالف تھیں۔ مگر بتدریج چند معتقدین پیدا کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ بعثت نبوت کے کچھ ہی مدت بعد ہی اسکی رعایا اور سپاہ تھی۔ مگر اس خوش نصیب ..... بے سروسامانی کیلئے ہی عظیم الشان کامیابی مقدر تھی۔ ایسی کامیابی کہ روئے زمین پر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ روحانی واخلاقی تعلیم کے اعلان عامہ کے بعد بھی ہم وطنوں کی قلبی عداوت وجانی مخالفت سے سابقہ ہوا۔ جنہوں نے آپسے اور آپ کے معتقدین سے درجہ بدرجہ انتہائی حقارت نفرت اذیت کلفت عداوت سے برتاؤ کیا۔ ایسا کروہ اور دل آزار جو نہایت ہی دردانگیز اور ہوش ربا تھا۔ ان کا رویہ نہایت ہولناک پرخطر اور جانگداز تھا۔ خونخوار دشمنوں کی انتہائی مخالفانہ اور جارحانہ عداوت نے چار وناچار بالآخر مدافعت کے لئے مجبور کیا۔ اس مدافعت کا انجام حفاظت ہی نہ تھا۔ بلکہ فتح کا ثمرہ بھی اپنے ساتھ لایا۔ اس مدافعانہ مقاومت سے ہی آپکو فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور ان فتوحات سے ہی عظیم الشان سلطنت کی محکم بنیاد قائم ہوگئی۔

بعض کوتاہ نظر اشخاص کو یہ خیال مشکوک اور غیر معقول نظر آئے گا۔ کہ مخالفوں اور ظالموں کے مقابلہ میں کیونکر فتوحات حاصل ہو سکتی ہیں۔

تیرہ سو برس کے قصہ کو جانے دو۔ دو سو سال قبل کے زمانہ پر ہندوستان میں دیکھو۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارناموں اور نتیجوں کو دیکھو۔ جو سلطنت ہند کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ ایک تاجروں کی جمعیت حکمران جماعت میں تبدیل ہوگئی۔ تاریخ اور مورخ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ سب کا بالاتفاق یہی بیان ہے۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی صلح پسند سوداگروں کی جماعت صرف اس غرض سے قائم کی گئی تھی۔ کہ مشرق ومغرب کے مابین تجارت کا سلسلہ جاری کرے۔ مگر ہندوستان کی بدنظمی وبدامنی نے ان کے لئے اپنی محافظت کو لازمی کر دیا۔ موجودہ برطانوی سلطنت ہند فی الواقع اسی محافظت کا ثمرہ ہے۔

میرے خیال میں اس امر کا تصور بلکہ یقین دلانے کے لئے کہ مدافعت ہاں صرف مدافعت سے بھی سلطنت کی بنیاد قائم اور فتوحات کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے۔ یہ مثال کافی ہے۔ میرے دوستو! یہی حالت محمدؐ فداہ عرب کی تھی۔ مدافعت نے فتوحات کا راستہ کھول دیا اور محافظت کے سلسلہ میں ثمرہ سلطنت کا بار عظیم اٹھانا ناگزیر ہوا۔ اس کی بے چارگی بالآخر توانائی کی رہنما ہوئی۔

بحیثیت بادشاہ اور جج ہونے کے آپ انتہائی

درجہ مہربان اور منصف مزاج تھے۔ آپکی تمام رعایا کو خواہ عیسائی ہوں۔ یا یہودی۔ مساوی حقوق حاصل تھے یعنی والفاف میں کوئی تعلق در انداز نہیں ہو سکتا تھا عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ آنحضرتؐ کا رویہ نہایت ہی فیاضانہ تھا۔

چونی لال انند ایم۔ اے ایل ایل۔ بی۔ فرماتے ہیں "عربی پیغمبرؐ نے مذہبی و سیاسی مظالم کے تختہ مشق بدقسمت آدمیوں کو آزادی کا پیغام سنایا۔ اور ایک ایسی زبردست قوم تیار کی جو اپنے زبردست انتظام کی وجہ سے سندھ سے جبل الطارق تک تمام دنیا پر اپنا اثر ڈالنے والی تھی"۔

"محمدؐ نے اپنی یہودی عیسائی رعایا کے نام پروانہ آزادی جاری فرمایا۔ اسکے ذریعہ رسول اللہؐ نے عیسائیوں کو ایسی مراعات عطا کیں۔ جو خود انہیں اپنے بادشاہوں کے ماتحت بھی حاصل نہ تھیں۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ اگر کوئی مسلمان ان احکام کی خلاف ورزی کریگا۔ اسے رحمن کا نافرمان اور اپنے مذہب کی تحقیر کرنیوالا تصور کیا جائیگا۔ آپ نے حکم دیا۔ اور خود وعدہ کیا۔ کہ عیسائیوں کو پناہ دیجائے۔ پادریوں کے مکانات کی حفاظت کی جائے۔ وہ تمام نقصان سے بچائے جائیں۔ ان پر ناواجب ٹیکس نہ لگائے جائیں۔ کسی بشپ کو بشپ خانہ سے نہ نکالا جائے۔ نہ کسی زائر کو زیارت سے روکا جائے۔ اور مسجدوں اور مسلمانوں کے مکانات کی تعمیر کی وجہ سے مسمار نہ کیا جائے جو عیسائی عورتیں مسلمانوں سے شادی کر لیں۔ انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے دیا جائے۔ ان پر کسی قسم کا جبر و تشدد روا نہ رکھا جائے۔ اگر عیسائیوں کو گرجوں یا خانقاہوں کی مرمت کی ضرورت ہو۔ یا ان کے مذہب کے متعلق کسی دیگر معاملہ میں مدد کی حاجت ہو۔ تو مسلمانوں کو ان کی اعانت کرنی چاہیئے۔ اگر مسلمان بیرونی عیسائیوں کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہوں۔ تو مسلمانوں میں رہنے والے عیسائیوں کو ان کے مذہب کی بناء پر حقارت سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ نہ ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرنی چاہیئے"۔

جو منشور آپنے خانقاہ سینٹ کیتھرائن کے راہبوں کو طور سینا کے قریب عطا کیا۔ وہ غیر مسلموں بالخصوص تمام عیسائیوں کیلئے مذہبی آزادی اور مساوی حقوق کی زندہ شہادت ہے۔ ایک مورخ لکھتا ہے۔

"اس کے ذریعہ انکو وہ حقوق حاصل ہوئے۔ جو ہم مذہب سلاطین کے عہد میں بھی ان کو میسر نہ تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنے معتقدین کو متنبہ کیا۔ جو مسلمان ان احکام کو پامال کریگا۔ وہ ان کی خلاف ورزی کریگا۔ وہ خدا کے عہد کو توڑنے والا اس کے دین کی تحقیر کرنیوالا خیال کیا جائیگا۔ آپنے لازم کر دیا۔ بلکہ خود اپنے ذمہ لیا۔ کہ عیسائیوں کی حفاظت کریں۔ انکے گرجاؤں کی حفاظت کریں۔ ان کے پیشواؤں کی نگہبانی اور خبر گیری کریں۔ ہر قسم کے ضرر سے انہیں محفوظ رکھیں۔ ان پر ناواجب محصول نہ لگایا جائے۔ کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ کوئی راہب خانقاہ سے خارج نہ کیا جائے۔ کوئی پادری معبد سے نہ نکالا جائے۔ نہ کسی زائر کی زیارت میں مزاحمت ہو"۔

نیز آپنے فرمایا "جو شخص کسی ذمی کو تکلیف دیگا میں اسکا دشمن ہوں۔ اور جس کا میں دشمن ہوں۔ قیامت میں میں ضرور اس پر غالب رہوں گا"۔

"جو شخص کسی ذمی کو تہمت لگائیگا۔ قیامت کے دن آگ کے کوڑوں سے اس کو حد لگائی جاویگی"۔

آپ نے تعلیم و تلقین کا صرف اعلان ہی نہیں کیا بلکہ اپنی ذاتی طرز عمل سے ثابت کر دیا۔ کہ مساوی انصاف اور کامل مذہبی آزادی کس کا نام ہے۔ یہ صرف الفاظ ہی نہ تھے۔ بلکہ اسلام کا نظام اسی اصول پر قائم ہوا۔ اور اسلام جب تک اسلام تھا۔ اسی اصول پر قائم رہا۔ آج مسیحی سلاطین بھی مذہبی آزادی اور مساوی حقوق کا ادعا کرتے اور کر سکتے ہیں۔ لیکن.........

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں۔ وہ سب سے پہلے یہ بتائیں کہ لبرل بنے ہیں۔ وہ کب سے؟ علاوہ ازیں کیا ان کے اعمال فی الواقع ان کے اقوال کی تصدیق کر سکتے ہیں؟ تاریخ گذشتہ اور موجودہ اس سوال کے جواب پر مجھ سے زیادہ روشنی ڈال سکتی ہے۔ ماضی کے متعلق ایک فریخ مصنف مسٹی اسامئین کا بیان ہے۔

"تمام عالم کی تاریخ درحقیقت مذہبی تعصب کی تاریخ ہے۔ مذہبی تعصب آزادی سے بہت زیادہ قدیم ہے۔ اور تاریخ کے بعید ترین زمانوں تک چلا جاتا ہے"۔ زمانہ حال کے متعلق مولوی محمد حبیب الرحمن خانصاحب شیروانی یہ فرماتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"تمدن حال کا یہ عالم ہے۔ کہ دعویٰ اور ادعا کے میدان کی کوئی حد نہیں لیکن دادئ عمل (جو راستی کی کسوٹی ہے) اس درجہ تنگ اور محدود ہے۔ کہ آزادی کا پتہ لگنا دشوار ہے۔ ان کے مساوات و حقوق کا دائرہ صرف اپنے ہی لئے مخصوص و محدود ہے۔ بے توجی کا دعویٰ صرف مذہب تک محدود رہتا ہے۔ کیونکہ آجکل مذہب ان کے نزدیک بہت زیادہ عزیز چیز نہیں۔ مگر جو کچھ ان کو عزیز ہے۔ یعنی مال و دولت (اور حکومت و سلطنت) اس میں غیر کو شریک دیکھنا اور بے تعصبی کا ثبوت دینا بہت مشکل ہے"۔ مشرق کے ساتھ مغرب کا جو سلوک ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ مغربی سیاست میں جو دور حکام گراہی ہے۔ اس کے اظہار کے لئے یہ اشارہ نہیں کرتا ہے۔ انیسویں صدی کے قابل ترین فلاسفر سپنسر نے جاپان کو نصیحت کی تھی۔ کہ "یورپ کو اپنے ملک سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر رکھنا"۔

مسلمانوں کو ابتدائی دور میں مذہب سب سے زیادہ عزیز تھا۔ دنیا کی عزیز سے عزیز چیزیں (یعنی جان مال اولاد اقرباء وغیرہ) وہ بے تکلف مذہب پر سے قربان کر دیتے تھے۔ تاہم وہ دوسری قوموں کی مذہبی آزادی کے مزاحم نہ تھے فتح شام کے وقت حضرت عمرؓ نے جو عہد نامہ عیسائیوں کو لکھ کر دیا۔ وہ ہمارے بیان کا شاہد عادل ہے۔ اسکا ترجمہ یہ ہے۔

"یہ وہ امان ہے۔ جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان مال۔ گرجا۔ صلیب تندرست بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے۔ اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائیگی۔ نہ وہ ڈھائے جائینگے۔ نہ ان کو یا ان کے احاطہ کو کوئی نقصان پہنچایا جائیگا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذہب کے بارہ میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا - نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائیگا - جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا رسولؐ خدا کا خلفاء کا مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں - اس تحریر میں گواہ بن خالدؓ ولید عمرو بن العاصؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ - اور معاویہ بن ابی سفیانؓ - اور ۱۵ہجری میں لکھا گیا "۔ ایک اور فرمان کے یہ الفاظ ہیں ...

... "ان کے مذہبی امور میں کچھ دست اندازی نہ کیجائیگی "۔

اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک خط نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے - جو چند سال گذرتے ہیں - ایڈن میں بحفاظت کونی پایا گیا ہے - جس میں آنجناب نے کچھ آرمنوں کو ذمہ اسلام میں لیکر ان کی جان و مال عزت و آبرو کی سلامتی کا وعدہ فرمایا ہے - اس خط کا ترجمہ حسب ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - بعد حمد و صلوٰۃ آنکہ چونکہ بعض ارامنہ نے جن کا شمار چالیس ہے - مسلمانوں کی فتح میں سرحد اسلام پر مدد کی ہے - اور مجھ سے امان مانگا ہے - جس کے ذریعہ انکی جان و مال عزت و آبرو و ننگ و ناموس ہمیشہ کے لئے ذمہ اسلام میں - میں انکی ان درخواست کو بخوشی قبول و منظور کرکے ادنیٰ سے اعلیٰ تک تمام مسلمانوں کو اپنے اس عہد نامہ کے عزت و احترام کا حکم دیتا ہوں - اور بحیثیت خلیفہ ہونے کے ہدایت کرتا ہوں - کہ میری حیات میں اور بعد ممات میری اس تحریر سے سرمو تجاوز نہ کریں - نہ نقض عہد کا خیال کبھی دل میں لائیں - اور نہ اس میں کبھی دستی کا ارادہ کریں - اور یہ بھی خیال رکھیں - کہ یہی امان نامہ ان تمام نصاریٰ کی جان و مال ننگ و ناموس کی حفاظت کو بھی شامل ہے - جو ذمہ اسلام میں آگئے ہیں - جب تک وہ معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ نیک جہت رہیں - اگر ان پر کوئی جبر و ظلم ہو - تو اس عہد کو نکال کر مسلمانوں کو دکھائیں - اس وقت امرائے اسلام کا فرض ہے کہ فاتین کی اصلاح کرادیں - میری غرض یہ ہے

کہ مختلف مذہب کی رعایا میں دوستی و اتحاد پیدا ہے اور اختلاف ظلم و جبر درمیان سے اٹھ جائے جیسا کہ اسلام کی ہدایت ہے - میں یہ بھی حکم دیتا ہوں - کہ انہوا کے حکام مقررہ محاصل سے زیادہ نہ لیں مسلمان اپنے نصرانی بھائیوں کو ذلت و حقارت کی نگاہوں سے نہ دیکھیں - اور انکو انکے وطن اور گھروں سے نہ نکالیں - نہ انہیں سخت سست کہیں - ورنہ ان پر خدا کا قہر نازل ہوگا - راہبوں اور اسقفوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کریں - اور کسی نوع کی انہیں تکلیف نہ دیں - انہیں وعظ و پند اور مذہبی تعلیم و تلقین سے بھی نہ روکیں - نہ ان کی عبادت گاہوں کی تعمیر کے سد راہ ہوں - جو شخص میرے اس عہد کی خلاف ورزی کریگا - وہ خدا اور رسولؐ کے خلاف کریگا اور غضب الٰہی کا مستوجب ہوگا مسلمانوں کو چاہیے - کہ عیسائیوں سے مل جل کر زندگی بسر کریں - تاکہ لوگ آرام و راحت پائیں - اور جب ضرورت ہو - ایک فریق دوسرے فریق کی مدد کرے - مسلمانوں کو عام کار و بار میں بھی عیسائیوں کی مدد کرنی چاہیئے - اگر وہ اپنے عبادت خانے بنائیں - بنانے دیں - اگر انہیں حاجت ہو تو زمین بھی دیں - خاص کر وہ زمین جسکا کوئی مالک نہ ہو - اور بہت کچھ مختصر یہ ہے - کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو مل جل کر امن و امان میں زندگی بسر کرنی چاہیئے - اور میری اس تحریر کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے "۔

یہ فرامین اس امر پر کافی روشنی ڈالتے ہیں - کہ اسلام میں بغیر تفریق مذہب و ملت کسی درجہ رعایا پروری اور انصاف پسندی کا لحاظ رکھا گیا ہے - اور قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی رعایا کو بغیر مذہبی اور قومی تمیز کے کیسے مساوی حقوق حاصل تھے - اور مسلمانوں کا دستور العمل ظلم و ستم سے کس درجہ دور اور نفور تھا - الحاصل باسورتھ سمتھ کے الفاظ میں محمدؐ اور خلفاء راشدینؓ کی حکومت "تمام شخصی سلطنتوں میں بہترین سادہ ترین اور انتہائی جمہوری حکومت تھی "۔

علاوہ ازیں آنحضرتؐ میں فوجی ذہانت اور سیاست کا خاص مادہ فطرت کی جانب سے ودیعت کیا گیا تھا جو کسی جنگی معرکہ اور ملکی سلسلہ میں ناکام نہیں ہو فوجی ذہانت کے متعلق ایک نکتہ کا ذکر کرنا بے موقع نہ ہوگا - غزوہ تبوک کے وقت جنگی ساز و سامان بہت ہی ناکافی تھا - بمشکل صرف کسی قدر درست ہو سکا - آنحضرتؐ نے کہا - کہ تم لوگ اپنے جوتے درست کرالو - کہ پاؤں میں جوتا رہنے سے آدمی سوار کے حکم میں رہتا ہے - ایک مورخ لکھتا ہے "اس وقت نپولین بونا پارٹ کا دستور یاد آتا ہے - کہ وہ سب سے پہلے سپاہیوں کے جوتے پر نظر ڈالتا تھا - اور کہتا تھا - کہ سپاہی کے جوتے درست ہوں - تو کپڑوں کی کچھ پروا نہیں "۔

سیاسی دوربینی کے متعلق بھی چند اشارات کا اظہار کافی ہوگا - ۵ہجری غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودتے وقت آنحضرتؐ نے ایک بڑے پتھر پر کئی ضربیں لگائیں - پتھر پر لوہے کی رگڑ سے کبھی کبھی آگ کے شرارے نکل پڑتے ہیں - چنانچہ تین چار مرتبہ کسی قدر غیر معمولی روشنی ہوئی - آنحضرتؐ نے کہا - کہ اس روشنی میں مجھے یمن شام فارس کے محل دکھائی دیتے ہیں - مسلمانوں کے قبضہ میں یہ ملک عنقریب آیا چاہتے ہیں - جب مدینہ کا محاصرہ عرصہ تک قائم رہا - تو معتب بن قشیر کے منہ سے نکلا - کہ کہاں تو محمدؐ یمن شام اور فارس کی حکومت مسلمانوں کو عطا کرتے تھے - اور اب ہم دیکھتے ہیں - کہ مدینہ میں بھی چین سے رہنا دشوار ہے - اس سے بھی ایک عرصہ قبل جبکہ تبلیغ اسلام کا آغاز ہی تھا - مگر لوگ آنحضرتؐ کی باتوں کو مانتے نہ تھے - اور برا بھلا کہتے تھے - لیکن آنجنابؐ نے جس مہم کا بیڑا اٹھایا تھا - اسکا نتیجہ آپ خوب سمجھتے تھے - حبابؓ کہتے ہیں - کہ رسول اللہ منبر کے نیچے کمبل رکھے ہوئے کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے - آپ نے مخالفوں سے بہت کچھ ایذا اور تکلیف پائی تھی - یہ

نے آپ سے عرض کیا۔ کہ ان پر بددعا کیوں نہیں
دیتے۔ یہ سن کر آپ اٹھ بیٹھے۔ آپ کا چہرہ سرخ
ہو گیا۔ اور فرمانے لگے۔ گذرے زمانہ میں ایسے
ایسے لوگ ہو چکے ہیں۔ کہ بے دین لوگ کسی کو زمین میں
گڑھا کھود کر کھڑا کرتے تھے۔ اور اس کے سر پر آرہ
چلا کر دو ٹکڑے کر ڈالتے تھے۔ لیکن ایسی تکلیف
بھی اس بندہ کو دین سے نہ پھیرتی تھی۔ کسی پر لوہے
کی کنگھی اس سختی سے کھینچتے تھے۔ کہ وہ اسکے گوشت
کاٹ کر کے پٹھے اور ہڈی تک پہنچتی تھی۔ مگر یہ سختی
اسکو دین سے منحرف نہ کرتی تھی۔ واللہ یہ دین
ایسا کامل ہونے والا ہے۔ کہ سوار صنعا سے حضر
موت تک اس امن و امان سے چلا جائیگا۔ کہ
اس کو خدا کے سوا اور کسی کا خوف نہ ہوگا"

بے شبہ ۱۷۶۶ء میں کلائیو نے ڈنوی سے لکھا تھا
یہ کہنا مبالغہ نہیں۔ کہ کل صبح کو تمام سلطنت مغلیہ
ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔ اس سے بھی قبل پانڈیچری
کے فرانسیسی گورنر ڈوپلے نے اپنی زبردست قابلیت
اور تیز طبیعت کی روشن ذہانت سے صاف صاف
دیکھ لیا تھا۔ کہ اس زمانہ کی بدنظمی میں ہندوستانی
نوابوں اور راجاؤں کی کمزوری اور باہمی رقابت
و مخالفت سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان میں ایک
زبردست یوروپین سلطنت قائم کی جا سکتی ہے سلطنت
مغلیہ کے اضمحلال سے زوال و اختلال کے صریح
آثار نمایاں تھے۔ اسوقت بادشاہی کی تباہی و بربادی
کی پیشگوئیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ ایسی پیشگوئی کچھ
مشکل نہ تھی۔ لیکن بالکل تنہائی اور بے سروسامانی
کی حالت میں عظیم الشان ممالک کو مغلوب کرنے کی
پیشگوئی آنحضرتؐ کی سیاسی پیشبینی پر دال
ہے۔ انتہائی بے چارگی بے کسی و بے بسی کے عالم
میں آپ کی خوش نصیبی نے ایسی وسیع اور مستحکم
سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ جو کسی وقت میں تمام متمدن
دنیا معلومہ کے بہترین حصص اور مشرق و مغرب پر
حاوی تھی۔ اور جس کے آثار باقیہ بفضلہ آج بھی
موجود ہیں۔ جو کام اٹھایا گیا۔ اسکا نتیجہ آپ سمجھ

تھے۔ اور ویسا ہی ظہور میں آیا۔
آپؐ نے ایسے محکم اور صحیح اصول پر بنیاد کو
قائم کیا۔ جسکو زمانہ کا رد و بدل ہنوز نہ مٹا سکا۔
اور نہ انشاء اللہ مٹا سکتا ہے۔ جب ایک دفعہ
آپؐ نے فتح پائی۔ تو پھر فتح سے محروم نہیں ہوئے
جو کچھ مدافعت کے ثمرہ میں آپؐ کے ہاتھ آیا۔
آنجنابؐ نے استحکام کے ساتھ اس کے انتظام
کا نظام قائم کیا۔

پس محمدؐ کی فضیلت تمام بادشاہوں پر
بالبداہت ظاہر ہے۔ کہ اس نے تن تنہا انتہائی
بے چارگی کے عالم میں ایک وسیع اور مستحکم سلطنت
کی بنیاد ڈالنے میں عظیم الشان کامیابی حاصل کی
نہ صرف بنیاد ڈالی۔ بلکہ اس کی بنیاد کے عمدہ
نظام کو اعلیٰ انتظام سے محفوظ و مضبوط
کر دیا جسکی وسعت و قوت تاریخ عالم میں اپنا
نظیر نہیں رکھتی۔ اور اس حالت میں بنیادی پتھر
رکھا گیا۔ کہ تمام ملک اسکا دشمن تھا۔ اس کے
ہموطن خونخواری درندگی میں سرمست اس کی
خون کے پیاسے تھے۔ جن کے جور و ظلم کا
دست تطاول بہت ہی سخت اور دور دراز تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وید مقدس اور دعائیں

(ایک محقق کی قلم سے)

ہم اپنے گذشتہ مضمون میں اس امر کو کما حقہ تحریر [illegible]
کر چکے ہیں۔ کہ جہاں تک یجر وید کے منتروں کو پڑھا
جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ دعا کرنا اور دعا کا
قبول ہونا ویدک دھرم کے خلاف اور منافی نہیں ہے۔
بلکہ وید شریف اس بات کا موید اور محرک ہے۔ کہ
انسان دعائیں کرے۔ کیونکہ خدا اور پرمیشر دعائیں
قبول کرتا ہے۔

نمبر اول میں جسقدر منتر درج کئے ہیں۔ انکے علاوہ
ذیل کے منتروں۔ الفاظ اور فقرات سے بھی دعاؤں
کی بابت فیصلہ کن رائے قائم ہو سکتی ہے۔ فتدبرو۔

قابل غور منتر

۱۵ ادھیائے منتر ۵۷۔
میرے پرماتمن ماگھ اور پھاگن کے دونوں مہینے میری
چیشٹھا کے لئے موسم بہاریں میرے لئے سکھ دینے
والے ہوں۔

پندرھواں ادھیائے منتر ۶۴
اے استری پرم آتما تیرے پران اپان ادان ویان
کو برکار سے باقاعدہ رکھے اور تجھے نیک اعمال
کی توفیق دے۔

انیسواں ادھیائے منتر ۴۳۔
اے سکھ کے دینے والے نیک اعمال کی توفیق دینے
والے بھگوان آپ مجھے پاکیزہ اعمال اور نیک کرداری
اور علم و عقل کی روشنی سے بہرہ اندوز کر کے ہر طرح سے
پاک باطن بنائیں۔

انیسواں ادھیائے منتر ۱۷۔
وہی مقلب القلوب ہے۔

بائیسواں ادھیائے منتر ۹۔
اے انسانو پرم آتما تمام جگت کو پیدا کرنے والا
ہے۔ وہ نور کل ہے۔ وہی پوجا کے لائق ہے۔ تمام
پاپوں کو دور کرنے والا ہے۔

ادھیائے ایضاً منتر ۱۲۔
اے انسانو جس طرح ہم لوگ خالق کائنات کی
حمد و ثنا کر کے اس سے عقل سلیم کے لئے پرارتھنا کرتے
ہیں۔ کہ ہم اعلیٰ صفات کو پا سکیں۔

بائیسواں ادھیائے منتر ۲۲۔
ہے پرماتمن ہمارے راج میں ویدوں کے جاننے
والے برہمن پیدا ہوں۔ تیر چلانے والے دشمنوں
کو مارنے والے وغیرہ وغیرہ پیدا ہوں۔ اور ہمارے
تمام کاموں میں کامیابی ہو۔ بارش خوب برسے۔
نباتات خوب پھل لا دے۔ ہم جن جن اشیاء کی
خواہش کریں۔ وہ ہمیں مل جائیں۔

بائیسواں ادھیائے منتر ۳۳۔
اے انسانو تم کو ایسی پرارتھنا کرنی چاہیئے۔
کہ ہماری عمر دودھ والوں کے ست کار کے لئے اور
پرم آتما کی بھگتی کے لئے مخصوص ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تینتیسواں ادھیائے منتر ۶۵۔

اے کائنات کے اکٹھا کرنے والے ایشور ہم جس چیز کی خواہش کرتے ہیں۔ وہی مطلوبہ اشیاء ہم کو مل جائیں۔ آپکی کرپا سے ہم علم و دولت سے مالا مال ہوں۔

پینتیسواں ادھیائے منتر ۱۶۔

ہے پرماتمن آپ ہمیں علم و دولت کی روشنی سے بہرہ ور کریں۔ کتوں کی مانند ایذا رساں برائیوں سے دور رکھیں

چھتیسواں ادھیائے منتر ۲

مجھ میں جو میری آنکھ دل اور من کی کمزوریاں ہیں۔ پرماتما انکو دور کریں۔

ایضاً۔ منتر ۱۲۔

ہے پرماتمن ہمارے تمام مقاصد پورے ہوں

ایضاً منتر ۲۴۔

ہے پرماتمن ہم آپکو سو برس تک دیکھیں۔ ہم سو برس تک زندہ رہیں۔ سو برس تک شاستروں کے منگل بچن سنیں۔

سینتیسواں ادھیائے منتر ۲۰۔

ہے پرماتمن آپ ہمارے پتا کے مانند ہیں۔ آپ آچاریہ کی مانند ہماری حفاظت کرنے والے ہیں۔ آپ ہمکو عقل دیجئے۔ ہم آپکو نمسکار کرتے ہیں۔ آپ مجھے ایذا مت دیجئے آپ مجھے نیک راہ دکھائیں۔ عمدہ پشو دیجئے۔ میرے بہت سے بچے ہوں۔

چالیسواں ادھیائے منتر نمبر ۱۶۔

آپ ہمارے پاپوں کو دور کیجئے۔ آپ ہمیں دھرم کے مارگ پر چلنے کی توفیق دیجئے۔ اور ہمیں علم و عقل کی روشنی سے بہرہ افروز کیجئے۔

ان منتروں کے سوائے اور بھی چند در چند حوالجات دیئے جا سکتے ہیں۔ جن میں دعا کا کرنا اور دعا کی قبولیت کا خصوصیت سے بیان کیا گیا ہے چونکہ یہ حوالجات مشتے از خروارے کے ہیں لہذا فی الحال انہیں پر کفایت کر کے ہم اس دوسری قسط میں تنقیدی رنگ میں دعا اور اسکی قبولیت کی بابت مناسب بحث کرتے اور ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔ وہ اس پر خالی بالطبع ہو کر غور کریں۔

اوپر منتروں کے جسقدر الفاظ اور فقرات درج ہوئے ہیں۔ ان سب کے پڑھنے اور مطالعہ سے چند باتیں بالصراحت ثابت ہیں۔

(الف)۔ وید شریف میں دعا یا پرارتھنا کا کرنا بتایا گیا ہے۔ اور خود ایشور بھی کہتا ہے۔ کہ مانگو تاکہ تمہیں دیا جائے۔

(ب)۔ دوسرے یہ کہ دعا کرنے کے اقسام بھی بیان کر دیئے گئے ہیں جس حصہ کی انسان کو مادی یا معاشی زندگی میں ضروریات پڑتی ہیں۔ وہ سب سکھا دی گئی ہیں۔

(ج)۔ جو جو دعائیں یجروید میں درج ہیں۔ وہ مختلف اقسام رکھتی ہیں۔ اور ان سب میں قبولیت کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے۔ اور یہ خواہش کیگئی ہے۔ کہ خدایا تو ان کو منظور کر۔ اور ہمیں ان کی قبولیت سے سرور کر۔

(د)۔ وید مقدس کی رو سے نہ تو دعا کرنا ممنوع ہے۔ اور نہ یہ کہ وہ قبول نہیں ہوتیں یا خدا انہیں قبول نہیں کرتا۔ یا ایسی قبولیت سے خدائی قدرتوں میں کوئی استحالہ لازم آتا یا الزام آسکتا ہے۔

(ہ)۔ وید شریف اجازت دیتا ہے۔ کہ لوگ اپنی اپنی خواہشات کے مطابق پرمیشر سے دعائیں مانگیں۔ اور انکی قبولیت تحت مشیت خدا کی ہے۔

اس دوسری قسط میں بھی جسقدر الفاظ و فقرات دعائیہ درج ہوئے ہیں۔ ان سب کے اجتماع سے بحیثیت مجموعی ثابت ہے۔ کہ وید کے رو سے دعا انسان کی فطرتی خواہش اور فطرتی جذبہ ہے۔ اور خدائے قدیر سنتا ہے

خدا اپنے بندوں کے پاپ اور گناہ بھی معاف کرتا ہے۔ دکھ بھی دور کرتا ہے۔ اور سکھ دینے والا بھی ہے۔ خدا خود کہتا ہے۔ کہ مجھ سے جو کوئی مانگے گا میں سنونگا۔ اور دونگا۔ یہ جدا بات ہے۔ کہ میری مشیت کے خلاف ایسی قبولیت ہو۔

وید کے ادعیہ میں یہ بھی خواہش کی گئی ہے۔ کہ ہے ایشور تو ہمارے پاپوں اور گناہوں کو دور کر۔ تو ہمیں دکھ اور ایذا نہ دے۔ تو ہمیں اولاد دے۔ ہمیں

آپ نیک راہ دکھائیں۔ اور ہمیں اچھے کاموں کی توفیق دے۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ کونسی دعا ہے۔ جو وید میں نہیں سکھائی گئی۔ نہیں کی گئی ہے؟؟؟

| وید دعا کی تعلیم دیتا ہے | ہم پوچھ سکتے ہیں۔ |

کہ وید مقدس میں جو چند در چند مواقعہ میں صراحتاً یہ دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ ان کا منشاء اس صورت میں کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جب بعض وید کے ماننے والوں کے خیال میں دعا صرف اس واسطے کی جاتی ہے۔ کہ خدائے قدیر سے انسان کا لگاؤ اور تعلق بنا رہے۔ ورنہ قبولیت نہیں ہوتی۔

اگر فی الواقع یہی حقیقت تھی۔ تو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیوں اس قدر تعلیم ویدیں دعا کی ضرورت تھی۔ اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس واسطہ اور لگاؤ کے قیام سے مطلب کیا ہے۔ کیا یہ منشاء ہے۔ کہ انسان کی طبیعت میں اس سے ایک قسم کی طمانیت رہے۔ اور وہ اس لگاؤ کے نہ ہونے سے مضطرب نہ ہو۔

اور اگر

واقعی ان تمام ویدک الفاظ اور فقرات کا یہی مدعا ہے۔ تو ان فقرات دعائیہ کے ایراد کی تکلیف کی گئی۔ اور ہم نہیں جان سکے۔ کہ اس بے قیمت لگاؤ اور طمانیت سے انسان دراصل کسطرح مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور اسکے دل و دماغ میں یوں کیسی شانتی پیدا ہو سکتی ہے۔

اگر

میلان نیچر اور مذاق طبعی کوئی ہستی اور کچھ قیمت رکھتا ہے۔ تو دعا اور دعا کا کرنا ایک طبعی جذبہ ہے۔ اور ہر انسان کم از کم یہ تو کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ بات یوں ہونی چاہئے۔ یا یوں اگر ہو۔ تو بہتر ہے۔ یہ جذبہ ثابت کرتا ہے کہ کیوں انسان دعا کی ضرورت اور دعا کے فلسفہ کا اعتراف کرے یا کرائے۔

لہذا یہ بحث کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا کی کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ لوگوں کی ادعیہ کو قبول یا رد کرتا پھرے۔ یہ بات اس کے فرائض میں کیونکر رکھی جا سکتی ہے۔ اگر وہ ہمارا خدا ہے اور ہے بھی شکتی اور قدرت رکھتا۔ اور ہمارا سہارا بھی ہے۔ تو پھر کیونکر وہ ادعیہ کے سننے اور قبول کرنے یا رد کرنے سے رک سکتا ہے۔ اور اسکی مشیت کے خلاف یہ کیوں ہونے لگا۔ یجر وید کی شرتیوں اور منتروں میں تمہیں بہت سے اس قسم کے دعائیہ منتر ملیں گے جن سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ خدا کی مہربانی اور رحم اس بات کی بھی ایک بڑی حد تک متقاضی ہے۔ کہ وہ اپنے بندوں کی دعائیں سنے اور اپنی مرضی کے مطابق ان پر اثبات یا نفی کے احکام صادر کرے۔

یہ کہنا کہ

اگر خدائے قدیر قبول کرنے کے ساتھ ادعیہ کو نامنظور بھی کرتا یا کر سکتا ہے۔ تو پھر بندوں کو باین حالات استدعا کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کوئی ضرورت نہیں۔ جب استدعا کا جذبہ ہمارا طبعی جذبہ ہے۔ اور ہم اس سے باز نہیں رہ سکتے۔ تو کیوں اس میں یہ قید لگائی جائے کہ جب تک ہمیں منظوری کا علم نہ ہو۔ تب تک وہ ہم سے ہی کیوں جائے؟ خدائے قدیر انتریامی اور علیم و خبیر ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ جو کچھ دعا کرنے والا چاہتا ہے۔ وہ اس کے حق میں کہاں تک مفید اور شبہ ہے۔ بیمار اپنی دانست میں وہ چیزیں مانگتا ہے۔ جو دل سے وہ پسند کرتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر اور طبیب وہ چیزیں دیتا ہے۔ جو مضر نہیں ہوتیں۔

جو یجر وید کے منتر ۲۹ میں یوں آیا ہے۔

"اے خالق کائنات آپ ہمیں سیدھے راستہ پر چلائیں۔ جس پر چلکر آپ کے صالح اور عالم باعمل بندے سب قسم کے دکھوں سے نجات پاتے ہیں اور تیری نعمتوں کو حاصل کرتے ہیں۔"

اسی ادھیائے کے منتر ۸ میں یوں بھی ارشاد ہوا ہے۔

"اے ایشور مجھے بدی کے راستہ سے ہٹا کر نیکی اور نیکوں کے راستہ پر چلنے کی توفیق دیجئے۔"

دیکھو ان منتروں میں دونوں قسم کی استدعا کی گئی ہے۔ اے خدا تو ہمیں نیکی کے راستہ پر چلا اور بدی کی راہوں سے روک۔ معلوم اور ثابت ہوا۔ کہ خدائے قدیر دعا سنتا اور اسی دعا کو قبولیت بخشتا ہے جو قابل قبول اور مفید ہوتی ہے۔ جس میں مستدعی کا فائدہ ہوتا ہے۔ دعاؤں کا قبول کرنا بھی ایک استدعا یا ایک درخواست پر فیصلہ کا صادر کرنا ہے۔ خدا کو جو عالم الغیب ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ مناسب مناسب حکم دیتا ہے۔ اور ضرور ایسی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اور جو اس قابل نہیں ہوتیں انہیں قبول نہیں کرتا۔ پس باین حالات خدائے قدیر کی قدرت اور مشیت کو یوں مقید اور مشروط کر دینا۔ وہ جو چاہیں۔ وہی کیا کرے۔ ایک قسم کا انسانی تحکم یا جلد بازی ہے۔ وہ جانی جان ہے۔ جو مناسب اور مفید جانتا ہے۔ وہی کرتا ہے۔ انسان خاکی بندہ کیا سکت رکھتا ہے۔ کہ یوں اسکو پابند کر سکے۔ وہ بے دعا اور بے درخواست بھی بہت کچھ دیتا ہے۔ درخواست پر دینا یا نہ دینا تو دوسری بات ہے۔ اس حکمت اور اسکی مشیت پر کوئی قید اور کوئی شرط نہیں لگائی جا سکتی ہے۔

مذہب کیا ہے؟

ایک دعا ہی تو ہے۔ جب مذہب قبول کرتے ہو۔ تو دعا سے نہیں۔ خوانخواہ کیوں پرخاش اور کرتے ہو۔ خدا کے ماننے کے ساتھ ہی دعا بھی کی جاتی ہے۔ جب خدا مانا۔ تو سب کچھ مان لیا۔ جب عدالت اور جج تسلیم کر لیا گیا ہو۔ تو اختیارات کو بھی ماننا پڑیگا۔

ہائی کورٹ

تسلیم کرکے اس کے امتیازی اختیارات رکھنا دور کرنا کونسی دانشمندی ہے جب ایک اعلیٰ طاقت تسلیم کر لی گئی ہے۔ اور اس کی شکتی اور ضرورت کو بہ دلائل مان لیا گیا ہے۔ تو پھر اسکے امتیازی اختیارات اور منصبی اقتدار کو اپنی رائے کے مطابق سلب کر دینا ایک کم اندیشی اور جلد بازی ہے جب خدا قادر فعال لما یرید ہے۔ تو پھر کون اسکے اختیارات اور اقتدار میں کمی کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی کیوں کہا جائے۔ وید شریف کے مطابق ہر انسان کو دعا کرنے کا طبعی جذبہ ہے۔ اور طبعی و فطرتی جذبہ میں کوئی طاقت روک نہیں ڈال سکتی۔ اور نہ اس میں کچھ خطرہ اور ڈر ہے۔ جو لوگ یہ کہتے یا اس بات سے ڈرتے ہیں۔ کہ دعا کی قبولیت سے گناہوں میں ترقی کا اندیشہ ہے۔ ہماری رائے میں انہیں یجر وید کے فقرات پر مکرر غور کرنا چاہیئے۔

وید اور باوا نانک رح تعلیم

آپ صاحبان کو یاد ہے۔ کہ سناتنی و آریہ صاحبان ویدوں کو اکاش بانی یعنی الہامی کتب سمجھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس کے متعلق باوا نانک رح صاحب کا کیا عقیدہ ہے۔ اگر وہ مثل سناتنی و آریہ ویدوں کو مانتے ہیں۔ تو بلا شبہ باوا صاحب ہندو۔ اور اگر آپ ویدوں کی تردید اور مخالفت میں ہیں۔ تو ایک شخص ویدوں کی مخالفت اور تردید کرتا ہوا ہندو نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق باوا نانک جی کے شلوک گرنتھ اور جنم ساکھی سے لیکر آپ صاحبان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکیں۔ کہ باوا نانک جی کے دل میں ویدوں کی کیسی عظمت تھی۔ جسے سناتنی و آریہ صاحبان الہامی سمجھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی انصاف کے حامیوں سے اس بات کی داد چاہتا ہوں۔ جو باوا نانک جی کو ہندو سمجھتے ہیں۔ وہ باوا نانک جی کے اقوال سے ان کے مذہب کی پرکھ کا اندازہ کر لیویں۔ وہ شلوک یہ ہیں:۔

شاست بید کے کہتو بھائی کرم کرہو سنساری
پاکھنڈ میل نہ چوکئی بھائی انتر میل وکاری

ترجمہ:۔ شاستر اور ویدوں کی تعلیم سے دل دنیاوی کدورتوں سے پاک نہیں ہوتا۔ خواہ تم ویدوں پر کتنا ہی عمل کیوں نہ کرو۔ واقعی باوا جی کا یہ شلوک سند پکڑنے کے قابل ہے۔ پھر

گرنتھ صاحب شلوک سورٹھ محلہ ۳

پنڈت میل نا چوکئی جے وید پڑھے جگ چار

ترجمہ:۔ ہندو لوگ آفرینش تا قیامت اس طول طویل زمانہ کو چار حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ جن کو علیحدہ علیحدہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اول ست جگ۔ دواپر۔ ترتیا۔ کلجگ چاروں کو ملا کر چار جگ کہتے ہیں۔ سو باوا نانک جی پنڈت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ اگر از آفرینش تا قیامت ویدوں کا سمرن اور پوجا کرو۔ تو بھی مکتی حاصل نہیں ہو سکتی پھر باوا صاحب گرنتھ صاحب انند محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

سمرت شاست پن پاپ بچارتے سار نہ جانی

ترجمہ:۔ شاستر یعنی ہندوؤں کی مذہبی کتب مقدسہ تو ثواب اور گناہ کے تفرقہ سے بھی عاجز ہیں۔ راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنا تو الگ۔ پھر آگے باوا صاحب گرنتھ صاحب دھناسری محلہ ۵ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ رہے سگلے وید نا چوکے من بھید۔

ترجمہ:۔ باوا نانک جی فرماتے ہیں۔ کہ چاروں ویدوں یعنی رگ۔ یجر۔ شام۔ اتھرو۔ وید کے پڑھنے سے بھی اطمینان قلب اور شانتی حاصل نہیں ہوتی۔ پھر باوا صاحب آگے چل کر

گرنتھ صاحب سے مارو محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

وید پڑھے ہر نام نا بوجھے
مایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے

ترجمہ:۔ وید پڑھنے سے شانتی یعنی اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ وید کی تعلیم تو دنیوی گندوں اور کدورتوں اور لوبھوں میں پڑنے کی ترغیب دیتی ہے

پھر باوا صاحب ملار محلہ ۱ میں فرماتے ہیں۔

وید بانی جگ ورتدا ترے گن کرے وچار
بنا ناویں جم ڈنڈ ہے مر جنمے وارو وار

آریہ سماج سے چند مطالبات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ اس زبردست ٹریکٹ کا مضمون ہے۔ جو جناب بابو گوری شنکر صاحب کلرک ڈاکخانہ قادیان نے آریہ سماج قادیان کے سالانہ جلسہ پر مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء کو بغرض تحقیق حق یہ مطالبات آریہ سماج کے ودوانوں کے سامنے پیش کئے۔ اور آریہ سماج کے عالم ان زبردست سوالوں کے جواب سے قطعی عاجز و ساکت رہے۔ جس کے بعد ۱۱ اپریل کو بابو صاحب موصوف حضرت خلیفۃ المسیح علیہ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور حضرت نے شیخ مبارک احمد آپکا نام تجویز فرمایا۔ دوست شیخ صاحب موصوف کی استقامت کے لئے دعا فرماویں۔ امید کہ دوست اس ٹریکٹ کے علمی مضمون کو بکمال دلچسپی ملاحظہ کریں گے۔ (ایڈیٹر)

"سنسار میں بہت سے آستک یعنی خدا پرست ہیں۔ اور ہر ایک نے مکتی کی پراپتی (حصول) کے لئے سادھن تجویز کئے ہیں گو چاہے ان کے خود ساختہ ہوں۔ یا پرماتما کے فرمودہ ہوں لیکن ہر حال ہر ایک آستک یعنی خدا کو ماننے والا نجات کیلئے کوشاں ہے۔ سو پیشتر اس کے ہم مکتی کی خواہش کریں۔ ہمیں اس پرماتما کی صفات و قدرت پر غور کرنا ہے جو کہ مکتی داتا ہے۔ اور دیکھنا ہے۔ کہ پرماتما کیا ہے۔ لہذا یہاں ہم آریہ سماج کے تصور کردہ ایشوری صفات پر غور کرتے ہیں۔

سرب شکتیمان

آریہ سماج پرماتما کو علاوہ دیگر صفات کے سرب شکتیمان بھی تسلیم کرتی ہے۔ جس کا ترجمہ قادر مطلق ہے۔ مگر آریہ سماج کی رو سے بغیر روح مادہ کے وہ دنیا ہی نہیں بنا سکتا جس سے پرماتما کے قادر مطلق ہونے پر نقص لازم آتا ہے۔ اس سے تو پرماتما اور کمہار میں کوئی چنداں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ بلاشبہ ایسا ایشور تصور کرنا ہماری لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ ہم پرماتما کی قدرت کو محدود مان کر اپنی طاقتوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر یاد رہے۔ کہ ہم اور پرماتما میں زمین اور آسمان کا فرق ہے مثلاً ہمیں دیکھنے سننے کے لئے کان۔ آنکھ درکار ہیں۔ مگر پرماتما باوجود کچھ بھی نہ رکھتے ہوئے سب سے زیادہ دیکھتا سنتا ہے۔ دوسرے ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ تحصیل علم کیلئے معلم کی ضرورت ہے۔ مگر پرماتما بغیر کسی سے علم سیکھنے کے (بقول آریہ سماج) روح و مادہ کو جوڑ توڑ کر دنیا پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اگر ہستی سے نیستی نہیں ہو سکتی۔ تو بغیر آنکھ کان کے دیکھنا بھی محال۔ اور بغیر معلم کے علم حاصل ہونا ناممکن ہے۔ اگر بغیر آنکھ کان اور معلم کے کوئی دیکھ سن یا علم حاصل کرتا ہو۔ تو اسکی کوئی مثال دی جائے۔ ایسی مثال کا ہونا ہی ناممکن ہے۔ سو جبکہ پرماتما باوجود مذکورہ بالا عاملوں کے نہ ہوتے ہوئے سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو کیا ثبوت ہے۔ کہ وہ بغیر علت کے معلول پیدا کرنے پر عاجز ہے۔ یعنی اسے پیدا کرنے کے لئے روح مادہ کی ضرورت ہے۔ بالفرض محال اگر ایک منٹ کے لئے مان بھی لیا جائے۔ کہ روح و مادہ پرماتما کی طرح ازلی ابدی ہے۔ تو اول سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ انکی طاقتوں اور صفات میں باوجود ہم عمر ہونے کے امتیاز کیوں ہے۔ کہ روح و مادہ محکوم۔ اور پرماتما حاکم۔ دوسرے روح و مادہ نے محکوم ہونا کیوں پسند کیا۔ کیوں صاحب! جب یہ تینوں علیحدہ علیحدہ ہستیاں ہیں۔ تو پرماتما کا کیا حق ہے۔ کہ ان پر بیجا تسلط جمائے۔ مجھے امید واثق ہے۔ کہ میرے آریہ دوست اس پر روشنی ڈالینگے۔ میں اپنے سوال کو عام فہم کرنے کے لئے یہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ سب سے پہلے امتیاز کی وجہ بتلائیں۔ نیز ملکیت ثابت کریں۔ یعنی روح مادہ ایشور کو وراثت میں ملے۔ یا بطور جبر و غضب جسطرح کہ کوئی بادشاہ دوسرے بادشاہ پر فوج کشی کر کے قبضہ کرتا اور یا زر خرید ہیں۔ بالآخر میں بڑے زور سے آریہ سماج کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ روح و مادہ کی ازلیت و ابدیت کا ثبوت اور اسکا محکوم ہونا اپنی الہامی کتاب سے دیکر انکی پیش کریں۔ کہ آیا ان کی کتاب بھی اس بات کی دعویدار ہے۔ یا کہ زبانی جمع خرچ۔ اور دعویٰ بھی ذہنی قابل تسلیم ہو سکتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو اپنے ساتھ دلائل بھی رکھتا ہو۔

دیالتا

ایک صفت پرماتما کی بھی ہے۔ کہ وہ دیالو یعنی رحم کرنے والا بھی ہے۔ مگر آریہ سماج کی رو سے ایشور دیالو نہیں ہو سکتا۔ دیالو تو تبھی ہو سکتا ہے۔ کہ بغیر صلہ کے دے۔ جیسے کوئی فقیر ہم سے سوال کرتا ہے۔ تو ہم اسے بغیر اس کے کسی حق کے بصورت رحم کچھ دیتے ہیں۔ یہ ہماری دیالتا ہے۔ مگر پرماتما تو بغیر ہماری عمال کے کچھ نہیں دے سکتا۔ جس سے پرماتما کی دیالتا پر نقص لازم آتا ہے۔ ہماری ضمیر اور کانشنس اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ ہم کسی کی امداد بغیر کسی ذاتی غرض کے کریں۔ مگر ایشور باوجود ایک اعلیٰ ہستی ہونے کے جس کو کہ تمام صفات کا مخزن خوبیوں کا سرچشمہ اور رحم کا دریا مانا جائے۔ وہ اس پیاری اور اہم صفت سے محروم اور خالی ہو۔ ہم ایک منٹ کے لئے بھی تیار نہیں۔ کہ پرماتما کے متعلق ایسا خیال کریں۔ بلکہ ہم ببانگ دہل اس بات کو پیش کریں گے۔ کہ پرماتما میں بہ نسبت ہمارے بے انت درجہ دیالتا موجود ہے۔ اگر ہمارے آریہ سماجی دوست اس بات کا انکار کریں۔ تو ہم ایسے خشک ایشور سے محبت کا رشتہ کسطرح جوڑ سکتے ہیں۔ خدارا انصاف۔ مجھے یہ خیال کرتے بڑی ہنسی آتی ہے۔ کہ ایک طرف تو آریہ سماج مانتی ہے۔ کہ ایشور بغیر ہمارے اعمال کچھ نہیں دے سکتا۔ اور دوسری طرف وید بھگوان پکار پکار کر ہمیں دعائیں بتلاتے ہیں۔ کہ اے پربھو ہمکو یہ دیجئے اور وہ دیجئے۔ سو میرے پیارے دوستو اور سجنو آپ ہی خدا کے واسطے یہ بتلائیں۔ کہ ہم آپکے پیش کردہ اصول کو مانیں۔ یا وید بھگوان کے احکام کو۔ بصورت اول کے ماننے سے وید بھگوان کی سکھلائی ہوئی دعائیں باطل ٹھیرتی ہیں۔ ہاں ہاں۔ مجھے شک ہے۔ کہ میرے آریہ سجن یہ نہ کہدیں۔ کہ پرارتھنا کرنے سے سائل کے اخلاق پر نیک اثر پڑتا ہے۔ اور اسے نیک کام کرنے کی رغبت ہوتی ہے۔ مگر یاد رہے۔ کہ اعمال ہمیشہ عملی رنگ میں ہوا کرتے ہیں۔ نہ کہ زبانی جمع خرچ۔ ان کے خیال کے مطابق اگر کوئی آدمی نیک عمل کرتا جائے۔ مگر کسی چیز کیلئے بھی دعا نہ مانگے۔ تو کیا پرماتما اس کے دعا نہ مانگنے پر اس کے اعمال ضائع کر دیگا۔ دوسرے جبکہ ان کا ایمان ہے۔ کہ پرماتما وہی کچھ دیتا ہے۔ جو کچھ کہ اس کے کرم ہوں۔ تو ہمیں اونچی اونچی دعائیں مانگنی بالکل فضول ہیں۔

پیدائش عالم

آریہ سماج کہتی ہے۔ کہ ایشور نے دنیا کو روحوں کی گذشتہ اعمال کی جزا سزا دینے کے لئے بنایا۔ اور یہ دنیا ازلی ابدی یعنی پرواہ سے انادی ہے۔ اس کا نہ تو کوئی شروع ہے۔ اور نہ ہی کوئی اخیر ہے۔ جیسے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔ یعنی دور تسلسل ہے۔ مگر اس پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا پرماتما فاعل بالخاصہ ہے۔ یا فاعل بالارادہ۔ اگر صورت اول ہے۔ تو ایشور دنیا کو فنا نہیں کر سکتا۔ اگر کرتا ہے۔ تو عارضہ ثابت ہوا۔ خاصہ ہرگز تبدیل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً۔ دیکھئے آگ کا خاصہ ہے۔ گرمی پہنچانا۔ ہرگز ہرگز کسی کو سردی نہیں پہنچا سکتی۔ پرماتما دنیا پیدا کرنے اور فناہ کرنے پر تب ہی قادر ہو سکتا ہے۔ کہ اگر اسے فاعل بالارادہ مانا جائے۔ اور یہ کہا جائے۔ کہ اس میں پیدا کرنے اور فناہ کرنے کی طاقت ازل سے موجود تھی۔ اور اگر پرماتما فاعل بالخاصہ ہے۔ تو ضروری تھا۔ کہ پیدا اور فناہ اکٹھی ظاہر ہوتی۔ مثلاً۔ کسی موٹر میں آگے اور پیچھے چلنے کی طاقت موجود ہے۔ اور دونوں طاقتیں بہ لحاظ بالخاصہ ہونے کے اکٹھی شروع ہوئیں۔ تو کیا ہوگا۔ کہ موٹر نہ آگے جائے گی۔ اور نہ پیچھے۔ بلکہ ساکن کھڑی رہیگی۔ اور اگر اسے آگے پیچھے چلانا درکار ہو۔ تو ضروری ہے۔ کہ اسکی طاقتیں کسی فاعل مختار کے سپرد ہوں جو ان کو اپنے ارادہ کے ماتحت کام میں لا سکے۔ دوسرے روحوں کے گذشتہ اعمال کونسے۔ روح اور مادہ تو دو علیحدہ ہستیاں ہیں۔ جو ایک دوسرے کے بغیر کوئی فعل نہیں کر سکتے۔ اور نہ خود بخود آپس میں مل سکتے ہیں۔ جب تک کہ پرماتما نہ ملائے۔ اور پھر ملجانے پر بھی کوئی فعل نہیں کر سکتے جب تک کہ انسانی جامہ میں نہ آئیں۔ سو ہمیں غور کرنا ہے۔ کہ روح اور مادہ کے باہمی اتصال اور پھر انسانی ہستی میں آنے پر فعل ہو سکے۔ سو کیونکہ انسانی وجود روح مادہ کے اتصال سے بنتا ہے۔ جو کہ حادث ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کرم انادی نہیں ہو سکتے کیونکہ کرم بغیر جسم کے نہیں ہو سکتے۔ اور جسم روح مادہ کے باہمی ملنے سے بنتا ہے۔ یہ فعل ایشور کا محتاج ہے یا ایک صورت میں جسم علت ہے۔ اور کرم جو منش کرتا ہے معلول تصور کرنے چاہئیں۔ سو معلول اور علت ہم عمر نہیں ہو سکتے۔ ہمیں ضرور ماننا پڑیگا۔ کہ کبھی نہ کبھی ایشور نے انسان اور گوناگون مخلوقات بغیر کسی اعمال کے بنائی۔ سو جیسے اس نے پہلے بنائی تھی۔ اب بھی بنانے پر قادر ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پرماتما چونکہ ازلی ابدی ہے۔ اس میں دنیا پیدا کرنے کی صفت بھی ازل سے ہونی چاہئیے۔ اور ظہور بھی اسی وقت سے ہونا چاہیئے۔ مگر یاد رہے۔ کہ صفت اور فعل میں بڑا فرق ہے۔ صفت ہمیشہ موصوف کے ساتھ رہتی ہے۔ مگر فعل کرنا فاعل کی مرضی پر منحصر ہے۔ مثلاً دیکھئے پرماتما میں دنیا پیدا کرنے کی طاقت موجود ہے۔ مگر باوجود طاقت ہونے کے اسکی صفت گپت ہے۔ یعنی ظاہر نہیں ہے۔ اس سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ پرماتما میں فناہ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ اور جب بعد ازاں یہ کرے۔ تو یہ کہیں۔ کہ ایشور میں پہلے فناہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ بلکہ یہ کہینگے۔ کہ طاقت تو ازل سے موجود تھی۔ مگر اُس نے ظاہر نہیں کی۔ ظاہر کرنا اسکے ارادہ پر موقوف ہے۔ دوسرا سوال کہ پرماتما نے دنیا کو کس چیز سے بنایا۔ آریہ سماج کہتی ہے۔ کہ روح مادہ سے۔ جو ایشور کی طرح ازلی ابدی ہیں۔ سو جائے غور ہے۔ کہ آیا پرماتما محتاج بالغیر ہے۔ یا قائم بالذات۔ صورت اول میں تو خدا کی صفت میں نقص لازم آتا ہے۔ خدا وہی ہو سکتا ہے۔ جو اپنی ذات صفات میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سو ہمیں قائم بالذات ہی ماننا پڑے گا۔ مگر قائم بالذات اپنی ذات و صفات میں کسی کو ہم پلہ نہیں رکھتا۔ مگر برخلاف اسکے روح مادہ بقول آریہ سماج ازلی ابدی ہے۔ تو پرماتما کو دنیا پیدا کرنے میں بطور میٹریل کام دیتے ہیں۔ اور دوسرے لفظوں میں پرماتما کا دنیا پیدا کر سکنا صرف روح اور مادہ کی ہستی کے سبب سے ہے۔ اگر روح اور مادہ نہ ہوتا۔ تو پرماتما جو بقول آریہ سماج سرو شکتی مان بھی ہے۔ ہرگز ہرگز دنیا پیدا نہ کر سکتا۔ یعنی بہ حقیقت صرف روح مادہ کے سہارے ہے جس سے بڑا بھاری نقص لازم آتا ہے۔

تناسخ

کہا جاتا ہے۔ کہ دنیا میں جو فرق نظر آتا ہے یعنی کوئی امیر غریب لولا لنگڑا یہ سب کچھ اپنے پچھلے اعمالوں کی وجہ سے ہے ورنہ یہ ہو سکتا تھا کہ پرماتما باوجود نیائے کاری ہونے کے بلا وجہ تفرقہ ڈالنے والا ہو یہاں جائے غور ہے۔ کہ انصاف تو وہاں دیکھا جاتا ہے جہاں حقوق ہوں۔ اس لئے سب سے پہلے حقوق ثابت کرنے چاہئیں۔ دوسرے آریہ سماج یہ کہتی ہے۔ کہ انسانی ارواح بمطابق اپنے اعمالوں کے مختلف قالبوں (جونوں) میں جاتی ہیں۔ اور یہاں تک ہی بس نہیں۔ بلکہ نباتات میں بھی انسانی روح اپنے شامت اعمال کی وجہ سے داخل ہوتی ہے۔ اور یہ کہ کسی بھی جیو کا ستانا یا ہلاک کرنا موجب گناہ ہے۔ تو اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ انسان کی زندگی ہی نباتات پر منحصر ہے۔ اور جبکہ اس میں روح ہے تو ہمیں مناسب نہیں۔ کہ اسکا استعمال کریں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے گناہ لازم آتا ہے۔ اور جو موجب سزا ہے اور یہاں تک ہی بس نہیں۔ اگر تناسخ درست مانا جائے تو کسی سے رشتہ کرنا بھی گناہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ جسکو اپنی بیوی بنانے لگے پچھلے جنم میں اس کی ہمشیرہ یا والدہ ماجدہ ہو۔ یا کوئی اور رشتہ ہو جسکو انسان کرنا عار سمجھتا ہو۔ یا وید بھگوان گناہ بتلاتا ہو۔ دوسرے اگر تناسخ درست ہے۔ تو پرماتما کو چاہیئے تھا۔ کہ اپنی الہام مقدس میں فہرست بتلاتا تا انسان اس قانون کو مد نظر رکھ کر گناہ سے اجتناب کرتا۔ اور بار بار تناسخ کے ٹنٹے سے چھوٹ جاتا۔ مگر ایسا نہ کرنا ایشور کی بے انصافی ہے۔ تیسرے اگر تناسخ درست مانا جائے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آریہ ورت میں ہر ایک قسم کے گناہ مثلاً چوری، قزاقی، رہزنی وغیرہ۔ غرض ہر قسم کی قباحتیں بھری ہیں۔ مگر اتنا معلوم ہے کہ ہندوستان میں ہر ایک جانور کہیں نہیں پایا جاتا۔ اور بہت سی قسم کے جانور پھل پھول وغیرہ جو دیگر ممالک میں ہوتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں نہیں ہوتے۔ جو بھی جن ممالک میں وید کی تعلیم تا حال نہیں پہنچی۔ وہاں کے انسانوں کو ایشور کس قانون کے ماتحت جزا سزا دیتا ہے۔ یعنی وہ کون سی جونوں میں جاتے ہیں اور اس میں ان کا کیا قصور۔ پرماتما کا فرض تھا۔ کہ جبکہ اس نے انسانوں کو ان کے کرموں کا پھل دینا تھا تو سب سے پہلے ضرور تھا۔ کہ ان کے پاس اپنی الہامی کتاب بھیجتا یا تعزیرات بھیجتا۔ اور اپنی حجت قائم کرتا۔ تاکہ منصف ٹھہر سکے۔ کہ بلا وجہ بغیر آگاہی کے کتے بلے سور چمگادڑ۔ کیڑے مکوڑے وغیرہ وغیرہ جونوں میں دھکیلے۔

مکتی یعنی نجات

سب سے آخری اور ضروری مقصد جو ہر مذہب کا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مکتی یا نجات حاصل ہو۔ اور پرماتما کا قرب نصیب ہو۔ سو اب ہم نے ویدک سدھانتوں کے مطابق دیکھنا ہے۔ کہ آیا ان پر کاربند ہوتے ہوئے انسان کو مکتی بھی مل سکتی ہے۔ یا نہیں۔ سو ان سدھانتوں میں ایک سادھن ہر روز دو وقت صبح و شام ہون کرنا ہے جس کا وید بھگوان بڑے زور سے حکم دیتا ہے۔ اور جو نہیں کرتا۔ وہ شودر ہے۔ میرے خیال میں فی زمانہ سب لوگ جانتے ہونگے۔ کہ ہون کیا ہے۔ اور کن چیزوں کا مجموعہ اور استعمال ہی ہون کہلاتا ہے۔ کستوری گھی وغیرہ وغیرہ کو آگ میں جلانے کو کہتے ہیں۔ اب جائے غور ہے۔ کہ اول جو شخص غریب ہو۔ جس کی آمدنی بہت ہی قلیل ہو۔ جس سے کہ اپنے بچوں کا پیٹ بمشکل بھر سکے۔ وہ بھلا ہر روز دو وقت ہون کس طرح کر سکتا ہے۔ جس کا خرچ اس کی آمدنی سے بھی بڑھ چڑھ کر ہو۔ دوسرے کستوری ایک خاص قسم کی ہرن کی ناف سے نکالی جاتی ہے۔ اور اس وقت تک ہی اس میں رہتی ہے۔ جب تک کہ خون گرم رہے۔ اور بعد ازاں زائل ہو جاتی ہے۔ اور جب ہرن اپنی موت بھی مرے۔ تو بھی مفقود ہو جاتی ہے۔ گویا کستوری کا حاصل کرنا بغیر ہرن کے مارنے کے مشکل۔ اور کسی جیو کا مارنا آریائی اصطلاح میں جیو ہتیا ہے۔ جو ان کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور جسکی سزا تناسخ ہے۔ گویا بہ الفاظ دیگر ہون مکتی کو قریب نہیں لاتا۔ بلکہ آرین نقطہ خیال سے مکتی سے دور پھینکتا ہے۔

تیسرے۔ اگر تمام دنیا اس ویدک حکم پر عمل درآمد کرے۔ تو ممکن ہے۔ اور بالکل ممکن ہے۔ کہ ہرن کی پیدائش دنیا سے نیست و نابود ہو جائے۔ جس سے ہون نامکمل رہے۔ کیونکہ سوامی جی تو کستوری کا ہون میں ڈالنا فرماتے ہیں۔ انسان کو نہایت ہی سنجیدگی اور بلا تعصب ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ کہ اگر مکتی کے حاصل کرنے میں ہون کا کرنا ضروری ہوتا۔ تو واجب تھا۔ کہ پرماتما ہر ایک انسان کو کم از کم اس قدر دولت تو ضرور دیتا۔ جس سے ہون کر سکے۔ تا کہ حجت ہو سکے۔ مگر ایسا نہ کرنا پرماتما کی بے انصافی ہے۔ اس سے تو صرف مالدار ہی مکتی پا سکتے ہیں۔ بیچارے غریب تو مفت میں نرک یعنی دوزخ میں جائینگے۔ کوئی بھی عقلمند آدمی ایسا اصول مکتی کا سادھن نہیں تصور کر سکتا۔

چوتھے اگر تمام دنیا ویدک دھرم پر کاربند ہو جائے۔ اور سب مکتی کی تڑپ میں ہوں۔ اور کوئی گناہ نہ کرے۔ تو آرین نقطہ خیال سے اسکے نتیجہ میں نظام عالم کا درہم برہم ہو جانا ضروری ہے۔ نہ سواری کے لئے گھوڑا نہ دودھ کے لئے گائے بھینس نہ کھانے کے لئے نباتات غرض ہر طرح سے انسان کی زندگی تلخ ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ سب چیزیں گناہ کا نتیجہ ہیں۔ اور اگر یہ کہو۔ کہ ایسا ہونا محال ہے۔ تو یاد رہے۔ نا ممکن وہاں ہوتا ہے۔ جہاں امکان نہ ہو۔ جبکہ ہر ایک انسان فعل مختار

ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ سب وید کی تعلیم پر عمل نہ کرسکیں۔ اس سے ویدک دھرم ناقابل عمل ثابت ہوتا ہے۔ اور اس میں انسان کیلئے تکلیف مالا یطاق ہے۔ اب اگر آریہ سماج کے خود ساختہ اصولوں کا اسلامی اصولوں سے مقابلہ کیا جائے تو بالکل بودے ثابت ہوتے ہیں۔ اسلام روح مادہ کو غیر فانی ابدی مان کر خدا کے ساتھ شریک نہیں کرتا۔ ایشور کا سرب شکتیمان اور دیالو ہونا ان ہی کے اعتقاد سے ثابت ہوتا ہے۔ اور ہمارے سماجی مہتر تو صرف لفظی کمی کو پورا کرنے کے لئے قادر مطلق اور رحیم کریم مان لیتے ہیں مگر جب اسکی قدرت دیکھی جاتی ہے۔ تو بقول آریہ سماج ایک مچھر کی ٹانگ بنانے سے بھی عاجز ہے۔ اور بغیر کرم کے ایک پھوٹی کوڑی تک دینے سے عاجز ہے۔ اس پر ہی بس نہیں۔ اسلام نے آریہ سماج کے مقابلہ میں نجات کے حاصل کرنے کے کیا اعلیٰ اور سیدھے سادھے اصول پیش کئے ہیں۔ جس پر ہر ایک امیر غریب عمل کرسکتا ہے۔ مثلاً نماز کو لیں۔ اگر کوئی آدمی بیمار ہو۔ تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ اگر زیادہ کمزور ہوگیا ہو۔ تو محض اشاروں سے کافی ہے۔ اگر پانی وضو کے لئے نہ مل سکے۔ تو پرماتما کی عطا کردہ زمین موجود ہے۔ تیمم کرسکتا ہے۔ غرض انسان کو ہر طرح سے سہولیت دی ہے۔ مگر برخلاف اسکے ویدوں میں پوشیدہ طور پر جو تپسیا کی تعلیم موجود ہے۔ جوکہ ناجائز ہے۔ اور پھر ادائیگی کے لئے کافی سرمایہ درکار ہے۔ اور جس بیچارے کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو۔ اسکی تو نجات ہی نہیں۔ دوسرے اگر سفر میں ہو یا بارش ہوتی ہو اور سایہ نہ ملے۔ تو ہون کرنا بھی ناممکن ہے۔ غرض آریہ سماج کے اصولوں کی بناء پر ویدک دھرم عالمگیر مذہب نہیں ہوسکتا۔

نوٹ:۔ تقریری جواب قابل پذیرائی نہیں ہوگا۔ کیونکہ تقریری جواب ایک ہوائی بات سے بڑھ کر زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ تحریر کا جواب تحریر سے دیا جائے۔ اور وہ بھی میرے مطالبات کو سالم درج کرکے۔ تاکہ ایک ثالث کے سامنے فریقین کی پوزیشن پوری طرح آجائے۔ اور پڑھنے والے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اور اگر میں جواب الجواب کی ضرورت سمجھونگا۔ تو میں بھی مجیب کا جواب درج کرکے اس پر جرح کروں گا۔

وصیت نمبر ۲۰۹۸

میں فیض علی ولد کرم الدین قوم جٹ جالب ساکن پکی کوٹلی ضلع گوجرانوالہ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

(۱) میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائداد ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی

(۳) اس وقت میری کوئی جائداد نہیں۔ میں معمولی طبیب ہوں۔ اور کچھ کاشتکاری بھی کرلیا کرتا ہوں۔ میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میں اپنی زندگی میں خواہ مجھے طب کے ذریعہ حاصل ہو۔ یا بذریعہ کاشتکاری۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ انشاء اللہ حسب ہدایت دفتر مقبرہ بہشتی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردیا کرونگا

گواہ شد کرم الٰہی احمدی از گوجرانوالہ ۹/۲۳ ۹ ؁

بقلم فیض علی ۹/۲۳ ۹ ؁

گواہ شد۔ عبدالعزیز درزی گوجرانوالہ ۹/۲۳ ۹ ؁

لوگ ہیرے موتیوں کے سرمہ کو پسند کرتے ہیں

اس لئے کہ یہ حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول جو علم طب کے بادشاہ تھے کا مجرب نسخہ ہے۔ دوم اس میں موتی دمیرہ وغیرہ قیمتی اشیاء پڑتی ہیں۔ جو نزد داناں ہیں یہ قابل قدر سرمہ حسب ذیل بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ ککرے۔ ضعف بصر۔ خارش چشم۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ پڑبال۔ ابتدائی موتیابند۔ اس کے لگاتار استعمال سے عینک کی حاجت نہیں رہتی۔ قیمت فی تولہ عہ علاوہ محصولڈاک

تصدیق کیلئے تازہ شہادت ملاحظہ ہو۔ جناب میر محمد اسحاق صاحب

افسر شفاخانہ جات کی شہادت

مولوی فاضل افسر شفاخانہ جات انگریزی و یونانی قادیان ممبر سینیٹری بورڈ و پروفیسر احمدیہ کالج قادیان لکھتے ہیں۔ کہ

"مجھے ککروں کی شکایت مدت سے ہے۔ رات کو کتاب کے مطالعہ سے خارش۔ جلن۔ پانی بہنا یہ عوارض زور پکڑ جاتے تھے اس لئے میں نے مکرمی جناب شیخ محمد یوسف صاحب کا عطا کردہ موتیوں کا سرمہ استعمال کیا۔ مجھے اسکے استعمال سے بہت فائدہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔"

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر کارخانہ موتیوں کا سرمہ دفتر نور۔ نور بلڈنگ باب ... قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

تبدل

مکرمی سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اب ناظر تعلیم و تربیت مقرر ہوئے ہیں۔ اور ان کی جگہ مکرمی چودھری فتح محمد سیال ایم۔ اے۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ متعین ہوئے۔ مکرمی شاہ صاحب موصوف جب تک ناظر تبلیغ رہے۔ انکی یہ خواہش رہی۔ کہ اخبارات کی اشاعت کم از کم اس قدر ضرور ہو جائے۔ کہ یہ اپنا خرچ آپ پورا کرسکیں۔ اسکے لئے انہوں نے اپنی طرف سے مقدور بھر کوشش کی۔ باقی رہا یہ امر کہ انکی کوشش کہاں تک بار آور ہوئی۔ یہ بات ان کے اختیار سے باہر تھی۔ آپ کا کام کوشش کرنا تھا۔ جسکے لئے انہوں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس کے لئے نور شاہ صاحب موصوف کا شکر گذار ہے۔ نیز چودھری نصراللہ خان صاحب کے حج کعبہ کے جانے کی وجہ سے جناب مولوی شیر علی صاحب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah